امتیاز علی خان عرشی کا ''دیوانِ غالب''

(نمایاں خدوخال تدوین کے اُصولوں کی روشنی میں)

ڈاکٹر روبینہ یاسمین

Dr. Rubina Yasmeen

Govt. Post Graduate College For Women, Sargodha.

Abstract:

The history of Urdu literature is incomplete without Mirza Ghalib. He is one of those stalwarts of Urdu literature whose art is multidimensional. This diversity in Ghalib is such an in fathomable ocean which motivates the researchers to wade through it."Nuskha e Arshi" is considered to be the most authentic among the compiled and edited work of Ghalib. This article is a humble attempt to investigate "Nuskha e Arshi" in accordance with the established paradigms of compilation and that of the opinions of researchers. It will help paving the way for new researchers to quench their thirst for comprehending Ghalib in the light of this research.

زبانِ اُردو جس شاعر پر نازاں ہے، جس شاعر کو اُردو کا ایک ستون کہا جاتا ہے وہ کوئی اور نہیں بلاشبہ مرزا اسداللہ خان غالب ہیں۔ غالب اپنے زمانے کے نابغۂ روزگار تو تھے ہی مگر بعد از وفات بھی اُن کی عزت و توقیر میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے کیونکہ اُن کی شاعری زندگی سے بھرپور ہے۔ آج ''غالبیات'' تحقیق و تدوین کی دنیا میں اہم موضوع ہے۔ آل احمد سرور غالب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''بڑا شاعر وہ ہے جو زندگی کے متعلق بھرپور اور گہری بصیرت عطا کرے۔ غالب کا کلام واقعی جامِ جہاں نما ہے۔ اُن کے تخیل میں بلندی ہے، اُن کے احساس میں تیزی ہے، وہ صورت گری کے بادشاہ ہیں۔ وہ افکار و اقدار کے شاعر ہیں، وہ انسانیت کے ہر رنگ میں پرستار ہیں، اُنھوں نے بت شکنی بھی کی ہے اور نئے افکار کے صنم خانے بھی بنائے ہیں۔ وہ دلوں کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتے ہیں اور ذہن کے ہر پیچ و خم سے بھی واقف ہیں۔ وہ اپنے دور کے نمائندے بھی ہیں اور اُس سے بلند بھی۔ اُن کی غزل حدیثِ دل ہی نہیں صحیفۂ زندگی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے کلام میں ایک آئینہ خانہ ملتا ہے جس کے جلوؤں

سے ذہنوں میں فکر و نظر کے چراغ جل اُٹھتے ہیں اور دلوں میں انسانیت کی عظمت کا نقش اور گہرا ہو جاتا ہے۔''(۱)

غالب کا کلام غالب کی زندگی میں بھی طبع ہوا کہ چھاپہ خانہ اُس وقت تک رواج پا چکا تھا۔ دلّی سے جو ہندی دیوان شائع ہوا، غالب نے اُس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعد میں دیوانِ غالب کانپور کے مطبع نظامی میں شائع ہوا جب کہ تیسری جگہ آگرہ میں بھی چھپا۔ مرزا غالب نے اپنے کلام کے رتبے اور اُس کی آئندہ مقبولیت کے پیشِ نظر شاکر کو لکھ دیا تھا کہ:

''نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزدِ دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اُس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی رہے گا۔''(۲)

مرزا غالب کے بعد مولانا نظامی بدایوانی نے ۱۹۲۲ء میں رام پور کے قلمی نسخہ غالب سے مقابلہ کر کے زیادہ صحیح اور معتبر متن پیش کیا۔ اُن کے بعد مفتی انوار الحق نے ایک خاص ترتیب سے ''نسخہ حمیدیہ'' شائع کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر عبدالطیف حیدر آبادی نے کلام غالب کو تاریخی ترتیب سے مطالعہ کرنے کی ضرورت کا احساس کر کے پورے دیوان کو تاریخ وار مرتب کیا مگر اُن کا مرتبہ نسخہ آدھا چھپ کر رہ گیا اور پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

مولانا عرشی، رضا لائبریری رام پور کے مہتمم اعلیٰ تھے۔ اسی کتب خانہ سے اُنھوں نے ۱۹۲۳ء میں ''انتخاب غالب'' شائع کیا، جسے اہلِ نظر طبقے میں پذیرائی ملی۔ مولانا عرشی نے مشرقی تعلیم حاصل کی تھی، بعد میں انگریزی میں انٹرنس کی سند حاصل کی، مگر اپنے شوق سے بعد میں انگریزی بھی پڑھی۔ چونکہ تحقیق، تنقید اور متنی تنقید کے بنیادی اصولوں کی ترتیب مغرب میں ہوئی۔ بقول خلیق انجم:

''مولانا عرشی کے تیار کیے ہوئے تنقیدی ایڈیشن دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھوں نے انگریزی کے کسی تنقیدی ایڈیشن کو اپنے لیے نمونہ بنایا ہو۔''(۳)

عرشی صاحب عالم، محقق اور نقاد بلکہ متنی نقاد تھے۔ اُنھوں نے اُردو میں متنی تنقید کے اعلیٰ ترین عملی نمونے پیش کیے، جس میں ''مکاتیبِ غالب'' ۱۹۳۷ء سرفہرست ہے۔ مولانا عرشی عربی، فارسی اور اُردو کے زبردست عالم تھے۔ پروفیسر نذیر احمد لکھتے ہیں:

''غالب اُن کا محبوب ترین موضوعِ تحقیق رہا ہے۔ ماہرینِ غالبیات میں اُن کا پایہ بہت بلند ہے۔ وہ پشتو زبان سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اُن کی تحقیق میں جو عمق ہے وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آ سکا ہے۔''(۴)

''دیوانِ غالب اُردو'' نسخہ عرشی اُن کے علمی کارناموں میں سب سے نمایاں ہے۔ فنِ تدوین کے حوالے سے اسی دیوانِ غالب کے نمایاں خدوخال دیکھنا اور جانچنا مطمح نظر ہے۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

''عرشی صاحب نے دیوانِ غالب (اُردو) جس محنت سے ایڈٹ کیا ہے۔ اُس سے نہ صرف اُن کی غالب کی ذات سے شیفتگی، فریفتگی اور وارفتگی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ علم و ادب کے میدان میں تحقیق اور تلاش کرنے والوں کے لیے مستقل مشعلِ ہدایت بھی ہے۔''(۵)

تدوین متن کے سلسلے میں ایس ایم کاترے نے چار مدارج بیان کیے ہیں:

۱۔ مختلف ماخذ سے مواد کی تلاش کرنا
۲۔ مختلف نسخوں کی تنقید کر کے قابلِ اعتماد مخطوطات کا انتخاب
۳۔ تصحیح کے ذریعے بازیافت کرنا
۴۔ اعلیٰ تنقید یعنی مصنّف کے ماخذ وغیرہ کو دریافت کرنا

مواد کی فراہمی:

کسی بھی کتاب کی تدوین کے لیے اُس کے جملہ قلمی اور مطبوعہ نسخے فراہم کرنے چاہئیں۔عملاً یہ مشکل کام ہے مگر نسخہ عرشی کے سلسلے میں مولانا عرشی نے غالب کی زندگی کے تمام مطبوعہ دیوانوں کو اکٹھا کیا پھر جہاں جہاں قلمی نسخے ملے اُن کو خود جا کر دیکھا یا اُن کی نقلیں منگائیں۔

اختلافِ نسخ:

ان قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے متعلق مفید معلومات حاصل کیں۔مختلف نسخوں کا مقابلہ کیا اُن میں اگر کوئی لفظی اختلاف، کتابت کی غلطی، غلط املا کی تصحیح، ساقط لفظوں کا اضافہ یا لفظوں یا مرکزوں کی اصلاحوں میں کچھ بھی فرق نظر آیا تو ان کو بڑی دیدہ ریزی سے ۷۳ صفحات پر مشتمل مضمون (صفحہ ۳۰۰ تا ۳۷۲) میں واضح کیا ہے۔ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ''مقدمے کے علاوہ حواشی اور اختلافِ نسخ اہلِ تحقیق کی جنت ہیں۔ان کا مطالعہ جتنی تفصیل سے کیا جائے اتنی ہی لذت اور روشنی ملتی ہے۔عرشی صاحب نے ایک ہی متن پیش نہیں کیا۔ اختلافِ نسخ کے ذریعے چودہ مخطوطات و مطبوعات کا متن بڑی حد تک فراہم کر دیا ہے۔''(۶)

یہاں ڈاکٹر گیان چند نے چودہ مخطوطات کا ذکر کیا ہے جب کہ مولانا عرشی نے ۲۱ مخطوطات کا ذکر اور تفصیل مقدمے میں بیان کی ہے۔مزید لکھتے ہیں:

> ''نسخہ عرشی نے غالب کے جملہ کلام کو جس استناد سے پیش کیا ہے ویسا نہ اس سے پہلے کوئی کر سکا نہ بعد میں کر سکے گا۔اس کا اختلاف نسخ کا باب اتنا جامع ہے کہ اس کی مدد سے غالب کے تمام اہم خطی اور مطبوعہ مجموعوں کے مشمولات کے ایک ایک لفظ کا پتہ چل جاتا ہے۔شرحِ غالب کے نام سے اس کے حواشی بھی بہت معلومات افزا ہیں۔ان خوبیوں کی وجہ سے ''نسخہ عرشی'' زندہ و جاوید رہے گا۔''(۷)

مولانا عرشی نے انتہائی عرق ریزی سے تمام نسخوں کے متن کو پیش کیا ہے تا کہ اختلافاتِ نسخ سے عام قاری اور محققین کو جملہ مندرجات کی فراہمی ممکن ہو سکے۔بقول گیان چند:

> ''تدوین میں اختلافاتِ نسخ دینے کا مقصد یہی ہے کہ تمام نسخوں کے اندراجات ملخص ہوتے ہیں تا کہ ہر قاری تنقیدی متن کے کسی بھی حصے کے بارے میں فیصلہ کر سکے کہ مدوّن نے جو انتخاب کیا وہی بہترین تھا یا اس کی جگہ کچھ اور ہونا چاہیے تھا۔اس مقصد کو پورا کرنے کی بہترین مثال نسخہ عرشی کی ہے جس کے اختلافاتِ نسخ سے غالب کے اہم مخطوطوں اور جملہ

ایڈیشنوں کے اندراجات کی مکمل تصویر مل جاتی ہے۔''(۸)

نسخوں کی گروہ بندی تدوین کا لازمی جزو ہے۔ایک سے زیادہ نسخے ہوں تو ان میں اوّلیت اور استناد طے کرنا چاہیے۔مخطوطات اور مطبوعات بھی شامل کرنی چاہییں۔مصنف کے ہاتھ کا نسخہ جیسے''گلِ رعنا''کا نسخہ یا''دیوانِ غالب'' کا ''نسخہ حمیدیہ''جو غالب کی زیرِ نگرانی نواب رامپور کے لیے تیار ہوا۔''دیوانِ غالب نسخہ رام پور قدیم''مولانا عرشی نے نہ صرف ان کی گروہ بندی کی بلکہ کاتب اور املا کی غلطیوں کو مثالوں سے واضح کیا تاکہ تدوین کے طالب علموں کے لیے آسانی رہے۔

مولانا عرشی نے تمام ماخذوں کو تاریخی ترتیب دی اور مقدمے میں اُن کی تفصیل بھی دی ہے۔قلمی نسخوں کو تاریخی ترتیب سے پہلے جگہ دی ہے اور مطبوعہ نسخوں کو بعد میں جگہ دی ہے۔

نمبر شمار	نوعیت	نام نسخہ	علامت نسخہ	تاریخ ترتیب	طباعت
۱	قلمی	نسخۂ عرشی زادہ	عز	۱۲۳۱ھ	۱۸۱۶ء
۲	قلمی	نسخہ بھوپال	ق	۱۲۳۷ھ	۱۸۲۱ء
۳	قلمی	نسخہ شیرانی	قا	۱۲۴۲ھ	۱۸۲۶ء
۴	قلمی	گُلِ رعنا	گل	۱۲۴۴ھ	۱۸۳۳ء
۵	قلمی	نسخۂ رام پور قدیم	قب	۱۲۴۸ھ	۱۸۳۳ء
۶	قلمی	انتخابِ غالب	خب	۱۲۵۲ھ	۱۸۳۶ء
۷	قلمی	نسخۂ بدایوں	قبا	۱۲۵۴ھ	۱۸۳۸ء
۸	مطبوعہ	پہلا مطبوعہ ایڈیشن	م	۱۲۵۷ھ	۱۸۴۱ء
۹	قلمی	نسخہ دیسنہ	اقع	۱۲۶۱ھ	۱۸۴۵ء
۱۰	قلمی	نسخہ کریم الدین (نسخہ کراچی)	قبد	۱۲۶۱ھ	۱۸۴۵ء
۱۱	مطبوعہ	دوسرا مطبوعہ ایڈیشن	ما	۱۲۶۳ھ	۱۸۴۷ء
۱۲	قلمی	نسخہ لاہور	قج	۱۲۶۸ھ	۱۸۵۲ء
۱۳	قلمی	نسخہ رام پور جدید	قد	۱۲۷۱ھ	۱۸۵۵ء
۱۴	مطبوعہ	تیسرا مطبوعہ ایڈیشن	مب	۱۲۷۸ھ	۱۸۶۱ء
۱۵	مطبوعہ	چوتھا مطبوعہ ایڈیشن	مج	۱۲۷۸ھ	۱۸۶۲ء
۱۶	مطبوعہ	پانچواں مطبوعہ ایڈیشن	مد	۱۲۸۰ھ	۱۸۶۳ء
۱۷	قلمی	انتخاب غالب	خ	۱۲۸۳ھ	۱۸۶۶ء
۱۸	قلمی	نسخہ حمیدیہ اوّل	ح	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۱ء
۱۹	قلمی	لطیف ایڈیشن	لط	۱۳۵۷ھ	۱۹۳۸ء
۲۰	قلمی	نسخہ حمیدیہ دوم	حم	۱۳۸۹ھ	۱۹۶۹ء
۲۱	قلمی	نسخہ عرشی زادہ: ڈیلکس ایڈیشن	عش	۱۳۸۹ھ	۱۹۶۹ء

کل ۲۱ نسخے اُنھوں نے دیکھے ہیں جن میں ۱۲ قلمی اور ۹ نسخے مطبوعہ ایڈیشن ہیں۔ یہ نسخے حاصل کرنا یا ان تک رسائی بذاتِ خود ایک کارنامہ ہے۔ پھر اُن نسخوں سے معلومات اخذ کرنا، دیکھنا، جانچنا، پرکھنا فن تدوین کے اُصولوں کے عین مطابق ہے۔ مولانا عرشی کی محنت اور دیدہ ریزی کا بیّن ثبوت ہے۔

مقدمہ لکھ کر مولانا عرشی نے نہ صرف تدوین میں مقدمے کو رواج دیا بلکہ غالب سے متعلق معلومات یعنی غالب کے حالاتِ زندگی، پھر ہر دیوان کی تفصیل اور سائز تک لکھا ہے۔ دیوانِ غالب کے مقدمے کا ہر ہر صفحہ مولانا عرشی کی غالب سے عقیدت اور اُن کی ذاتی محنت اور لگن کا گواہ ہے۔ یوں تو سارا دیوان ہی مولانا عرشی کے علم وفن کا نمونہ ہے مگر مقدمہ تو اس کی جان ہے۔ مولانا نے واقعی رگ سنگ سے لہو ٹپکایا ہے۔

مشمولات متن کی تحقیق:

تدوین متن میں ایک اہم تحقیقی پہلو مشمولات کا جامع و مانع ہونا ہے۔ جامع سے مراد یہ ہے کہ مصنف کی کوئی تخلیق یا زیرِ تدوین کتاب کا کوئی حصہ شامل ہونے سے نہ رہ جائے اور مانع سے مراد ہے کہ کوئی بھی جز وایسا شامل نہ ہونے پائے جو اس مصنف کی تخلیق نہ ہو۔ کلیات کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ شاعر یا مصنف کی کتابوں اور تذکروں سے کلام کو یکجا کر دیا جائے جب کہ دوسری صورت یہ ہے کہ شاعر کے کسی مجموعے یا پہلے کی کلیات کو لے کر اس میں اِدھر اُدھر سے منتشر کلام کو بھی لے کر شامل کر دیا جائے۔

غیر متداول یا منسوخ کلام:

اگر شاعر نے اپنے کلام کا ایک حصہ منتخب کیا اور کچھ حصہ منسوخ کر دیا ہے۔ یہ کلام مدوّن شکل میں نہیں ملتا بلکہ جگہ جگہ سے لے کر مجتمع کرنا پڑتا ہے۔ مولانا عرشی نے یہ کام بھی سرانجام دیا ہے۔ ''گنجینۂ معانی'' اور ''یادگارِ نالہ'' غالب کا غیر متداول کلام ہے۔ مولانا عرشی خود مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اس نسخے میں میرزا غالب کا وہ سب اُردو کلام شامل ہے جو اب تک اُن کے نام سے شائع ہوا تھا یا مجھے اپنے مطالعہ اور دوستوں کے لطف وکرم سے حاصل ہوا، میں نے اُسے چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس میں دو حصے غیر متداول یا منسوخ کلام کے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

گنجینۂ معانی:

اس حصے میں وہ تمام اشعار درج ہیں جو نسخۂ حمیدیہ اور نسخہ شیرانی میں تو موجود تھے مگر ۱۸۳۳ء کے مرتب کیے ہوئے دیوان میں میرزا غالب نے انھیں خارج کر دیا تھا۔ چونکہ اس حصے کے تقریباً سب شعر خیال آرائی اور معنی آفرینی کے طلسمی خزینے ہیں اس لیے میرزا صاحب کے شعر کے مطابق اس کا نام رکھا ہے۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے(۹)

یادگارِ نالہ:

اس جزو میں وہ کلام رکھا گیا ہے جو دیوانِ غالب کے کسی نسخے کے متن میں تو نہ تھا لیکن بعض نسخوں کے حاشیوں یا

خاتمے میں یا میرزا صاحب کے خطوں کے اندر یا اُن کے نام سے دوسروں کی بیاضوں میں پایا گیا تھا اور وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں چھپ کر اہلِ ذوق تک پہنچ چکا تھا۔ میرزا صاحب کا ایک شعر ہے:

نالۂ دل نے دیے اوراق لختِ دل یاد
یادگارِ نالہ، یک دیوان بے شیرازہ تھا(۱۰)

متداول کلام:

یہ حصہ اُس کلام پر مشتمل ہے جو میرزا صاحب نے اپنی زندگی میں لکھوا کر اور چھپوا کر تقسیم کیا تھا اور جو عام طور پر دیوانِ غالب کے نام سے متداول اور مشہور ہے۔ یہ وہ کلام ہے جس کے بارے میں میرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب ، صریرِ خامہ نوائے سروش ہے(۱۱)

ترتیبِ اشعار:

دیوانِ غالب کے تمام نسخوں میں مختلف اصناف شعر کی ترتیب یہ تھی۔

دیباچہ ۔ غزلیات ۔ قصائد ۔ مثنوی ۔ رباعیات ۔ تقریظ

مولانا عرشی نے یہاں غالب سے اختلاف کیا کہ یہ ترتیب سنت سلف کے خلاف ہے جب کہ نسخہ رام پور جس کو مولانا عرشی نے اساسی نسخہ رکھا ہے اور اُسی کے مطابق ترتیب بھی رکھی ہے۔ نسخہ رامپور کا انداز یہ ہے۔

دیباچہ۔ قطعات ۔ مثنوی ۔ قصائد ۔ غزلیات ۔ رباعیات ۔ تقریظ

مولانا عرشی نے اپنے علم وفضل کی بنا پر ہی یہ ترتیب رکھی ورنہ غالب نے تو کہیں بھی اسلاف کی پیروی نہیں کی، نہ پیشہ وری میں نہ شاعری میں۔ ہر جگہ اُن کا اندازِ بیاں اور ہے اور دوسروں سے ہٹ کے ہے کہ جدّت طرازی اُن کا وتیرہ تھی۔

املا کی پیروی۔منشائے مصنف! (املا اور رسم الخط):

مولانا عرشی نے عام طور پر املائے غالب کی پیروی کی ہے۔ غالب فارسی اور اُردو میں ذال (ذ) کی جگہ ز لکھتے تھے اور (ذ) لکھنا غلط قرار دیتے تھے مگر مولانا عرشی نے (ذ) کا استعمال بھی کیا ہے۔ یہ شعر دیکھیے:

دے وہ جس قدر ذلّت، ہم ہنسی میں ٹالینگے
بارے آشنا نکلا ، اُن کا پاسباں، اپنا(۱۲)

اس شعر میں لفظ ٹالیں گے کو اکٹھا لکھا ہے کہ اُس وقت یہ مروج تھا جب کہ آج کل الگ لکھنا مستعمل ہے۔ یہاں میرے سامنے دیوان (نسخہ عرشی) ڈاکٹر وحید قریشی کی کولیکشن ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے اس مقام پر نوٹ لکھا ہے کہ یہ انداز املا اُس زمانے کی عام ہے۔

خانہ زاد زلف ہیں، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں؟(۱۳)

میں بھاگے نگے لکھدیا ہے۔

موج سراب دشت کا نپوچھ حال
ھر ذرہ، مثلِ جوھر تیغ آبدا رتھا(۱۴)

غالب کے زمانے میں 'ن' اور 'ں' میں فرق نہ تھا۔ دونوں میں نقطہ ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں مولانا عرشی نے موجودہ روش کو اپنایا ہے جیسے یہ شعر دیکھیں:

گھر ہمارا جو نروتے بھی تو، ویراں ہوتا
بحر اگر بحر نہوتا تو بیابیاں ہوتا(۱۵)

یہاں ن میں نکتہ نہیں دیا مگر (نروتے) کو غالب کی طرح ملا کر لکھا نہ روتے، نہ ہوتا۔

مقدمہ میں دیوانِ غالب نسخۂ رامپور کے ایک صفحہ کا عکس ہے جس میں غالب نے (میں) میں (ن) ڈالا ہے۔ ذرا نمونہ شعر دیکھیں:

ہمہ نا امیدے ہمہ بدگمانے
مین دل ہون فریب وفا خورد گان کا(۱۶)

یہاں (ن) میں نقطہ واضح ہے جب کہ نوائے سروش میں غالب کی املاء کی پیروی کی ہے اور نوائے سروش کی جگہ (نوائی سروش لکھا ہے)۔

عبدالرزاق قریشی مبادیات تحقیق میں لکھتے ہیں کہ متن تیار کرتے وقت املا کا خیال رکھنا ضروری ہے یعنی املا وہی ہوگا جو اُس عہد میں رائج تھا جب کہ گیان چند کی رائے اس سے مختلف ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''(۱) جن مقامات پر مخطوطے کا املا موجودہ تلفظ سے کوئی فرق ظاہر نہیں کرتا بلکہ محض فرسودگی املا ہے وہاں جدید املا اختیار کیا جائے مثلاً اوس۔ ساتھی۔ خوشے کو بالترتیب اُس، ساتھی اور خوشی لکھا جائے۔ (۲) جن مقامات پر فرسودہ املا کسی فرسودہ تلفظ کی ترجمانی کرتی ہے اور جسے بدلنے سے مصنف کا پیش کردہ تلفظ بدل جائے گا وہاں مخطوطے کا اصل املا برقرار رکھا جائے مثلاً کوں، سوں، کبھو کو جدید کر کے نہ لکھا جائے مصنف کی منشاء کے مطابق ہی لکھا جائے۔''(۱۷)

رشید حسن خان تدوینِ متن کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''مخطوطے کے پیچھے منشائے مصنف کی تلاش کیجیے۔ اگر کوئی مصنف صریحاً کسی خاص املا کے حق میں لکھتا ہے مثلاً غالب کا خود اور خُرشید لکھنا اگر ہم اسے خورشید لکھتے ہیں تو منشائے مصنف کی خلاف ورزی ہوگی یعنی جن مصنفین کے مختارات کا ہم کو علم ہے ہم اُس کی تقلید کریں۔''(۱۸)

منشائے مصنف اور قاری کے بیچ ایک اور شخص یعنی کاتب بھی موجود ہے جو کم سواد ہے۔ یہاں ڈاکٹر نذیر احمد کی رائے دیکھنی بھی ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''عربی رسم الخط سے اپنا خط ماخوذ کرنے والی زبانوں مثلاً اُردو میں یہ مسائل ہیں کہ اس رسم الخط میں حروف ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ نقطے ہیں۔ جو حروف عربی میں نہیں تھے۔ فارسی اور

اُردو میں اضافہ کیے گئے۔ اُن میں زیادہ مسائل ہوئے۔ک اور گ میں کوئی فرق روا نہ تھا۔گ کا دوسرا مرکز اُردو میں انیسویں صدی کے وسط کے بعد ملا۔ اس سے پہلے ک گ میں کوئی تمیز نہ تھی۔ اُردو میں عربی فارسی کے برعکس ہائے مخلوط کی آواز بھی ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں اس کے لیے دوچشمی ''ھ'' مخصوص کر دی گئی مگر عام تحریروں میں انیسویں صدی کے وسط تک لوگ حسب خواہش ہائے ملفوضی اور ہائے مخلوط کو ادل بدل کر لکھ دیتے تھے۔ گہر (موتی) کو گھر اور گھر کو (گہر) لکھ دیا جاتا ہے۔ املائے غالب میں اس کی مثال دیکھیے۔''(۱۹)

وہ آیئی گہر میں ہماری خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اونکو کبھی اپنی گہر کو دیکھتی ہیں(۲۰)

اگر ہم رشید حسن خان کے اصول کے مطابق مصنف کا خصوصی املا برقرار رکھیں تو پھر نون غنہ کے پیٹ میں نقطہ لگائیں۔ طراز کو تراز ہی لکھیں تو دیوان پڑھنا اور سمجھنا کارِ مشکل ہو جائے گا اور صرف محققین تک ہی محدود رہ جائے گا۔ مولانا عرشی نے دیوان کے ایک ایک شعر پر عرق ریزی کی ہے اور دیوان کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ عام قاری بھی اس کو پڑھ اور سمجھ سکے اور منشائے مصنف بھی برقرار رہے۔

مثال نمبر۱:

غالب ''ؤ'' کی جگہ پیش ڈال دیتے تھے جیسے خورشید کی بجائے خُرشید لکھتے تھے، یہاں بھی عرشی صاحب نے منشائے مصنف کو مدِ نظر رکھا ہے۔ مثال کے لیے یہ شعر دیکھیں:

ہے تجلّی تری ، سامانِ وجود
ذرہ بے پر تو خُرشید نہیں(۲۱)

مثال نمبر۲:

غالب پاؤں کی جگہ پانو لکھتے تھے۔ یہاں بھی مولانا عرشی نے منشائے مصنف کو مدِ نظر رکھا ہے۔ ذرا یہ شعر دیکھیے:

لے تو لوں سوتے میں اُس کے پانو کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا(۲۲)

مثال نمبر۳:

پکڑی جاتی ہین فرشتونکی لکہی پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا تادمِ تحریر بھی تھا(۲۳)

مثال نمبر۴:

غالب لکھتے ہیں:

رنج سے خوگر ہو انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں (۲۴)

یہ شعر تو زبانِ زدِ عام ہے۔

بقدرِ شوق نہیں ، ظرف تنگنای غزل
کچھ اور چاہیے وسعت، مرے بیاں کے لیے(۲۵)

اس سلسلے میں مولانا عرشی مقدمے میں لکھتے ہیں:

''اس نسخے کی کتابت میں موجود اصول اور میرزا صاحب کی پسندیدگی دونوں کا خیال رکھا گیا ہے کیونکہ لفظ ملا کر لکھنا اُس زمانے میں عام رواج تھا۔اُس وقت تک ''ی'' کا فرق روا نہیں تھا۔نسخہ عرشی میں غزل بخط غالب میں دیکھیں:

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہو مرنا تو جینی کا مزا کیا(۲۶)

یہاں جینی میں (ی) استعمال کی گئی ہے اور یہ بھی اُس زمانے میں مرّوج زبان کے عین مطابق ہے۔

جہاں تک (ط) کا تعلق ہے تو فارسی میں چونکہ (ط) کا استعمال نہیں اس لیے غالب سامانِ طراز کو سامان تراز لکھتے تھے۔مختصر یہ کہ مولانا عرشی نے تدوین اور تاریخی ترتیب دو الگ الگ اہم چیزوں کو ایک ہی سلسلے کی لڑی میں پرو کر کلامِ غالب کی خوبصورتی اور اہمیت میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ بعد میں آنے والوں کے لیے نئے معیار بھی مقرر کیے۔گیان چند لکھتے ہیں:

''آج جو مجھ جیسے مبتدیان غالبیات نسخہ رام پور، نظامی ایڈیشن کانپور وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات چیت کر سکتے ہیں یہ نسخہ عرشی ہی کا فیضان ہے ورنہ میں نے کب ان نسخوں اور ایڈیشنوں کو دیکھا تھا۔''(۲۷)

مقدمہ لکھ کر تدوین میں مقدمے کو رواج دیا۔اشاریہ کا باب اتنا جامع ہے کہ ہر ہر چیز واضح ہو جاتی ہے۔پھر شرح غالب، غالب کے مشکل مقامات کی تشریح خود غالب کے خطوط اور اشعار سے کی ہے جو عرق ریزی کی روشن مثال ہے اور ان تمام اوصاف کے علاوہ ایک جگہ غالب کے مخطوطہ کا عکس غزل کے ساتھ دیا ہے۔جب کہ ایک اور جگہ غالب کے ہاتھ سے غالب کی قلم سے شعر کی تصحیح کے مخطوطہ کا عکس بھی دیا ہے۔

مقدمے سے پہلے غالب کی مستند عکسی تصویر بھی زیب ورق اوّل ہے۔پھر جناب عبدالرحمٰن چغتائی (مصورِ پاکستان) کی عطا کردہ غالب کی خیالی تصویر از روی گرد پوش کا ڈیزائن کے ساتھ ہے جس کے نیچے تصویر کے مطابق مصرعہ درج ہے:

اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

دیوانِ غالب نسخہ عرشی میں جہاں خوبیوں کا ایک جہاں آباد ہے وہاں چند ایک معائب بھی نظر آتے ہیں۔ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

''نسخہ عرشی کے آخر میں کتابیات کی کمی بُری طرح کھٹکتی ہے۔مقدمے اور حواشی میں بہت سے مخطوطات اور مطبوعات کا ذکر آتا ہے لیکن اکثر اوقات اُن کے بارے میں یہ صراحت

نہیں کہ مخطوطہ ہے تو کس ذخیرے میں اور مطبوعہ ہے تو کس کا۔ مصنفہ یا مرتبہ اور کونسا ایڈیشن۔''(۲۸)

مختلف نسخوں کو علامتوں کے ساتھ ظاہر کرنے میں ایک سلیقہ ہے مگر مولانا عرشی نے مشکل علامات استعمال کی ہیں جیسے کا، کب، ح، قد۔ آسان علامتیں استعمال کرنا قاری کے لیے سہولت مہیا کرتا ہے۔ اچھامدّون اپنی بجائے قاری کی سہولت کو ترجیح دیتا ہے۔ مگران معائب کے باوجود نسخۂ عرشی کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلم ہے۔

دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ بعد کے آنے والوں نے اسی سے گل چینی کی۔ کالی داس گپتا رضا غالب شناسوں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے غالب کے کلام کو تاریخی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ اُن کا مرتبہ دیوان غالب انجمن ترقی اُردو پاکستان نے ''دیوانِ غالب کامل تاریخی ترتیب کے ساتھ'' پہلی مرتبہ ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ اب تک اس کے چار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ وہ خود دیوانِ غالب کامل کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''املا اور روایتِ اشعار بیشتر نسخۂ عرشی کے مطابق ہیں۔ کہیں کہیں اختلاف بھی روا رکھا گیا ہے۔ خاص کر اوقاف و اعراب لگانے میں......اختلافِ نسخ کو کہیں واضح نہیں کیا گیا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کام نسخۂ عرشی میں احسن طریقے سے انجام دیا گیا۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ کہیں شبہ ہو تو ''دیوانِ غالب نسخۂ عرشی'' سے رجوع کیا جائے۔ اس نسخے میں حواشی کثرت سے ہیں اور بیشتر حوالوں کے ساتھ ہیں۔ ان حواشیوں میں اگر کوئی عبارت واوین بغیر حوالے کے ہے تو اُسے دیوان غالب نسخۂ عرشی سے اخذ شدہ سمجھا جائے۔''(۲۹)

کالی داس گپتا رضا کے دیوان کامل کے بارے میں گیان چند لکھتے ہیں:

''اُنھوں نے یہ کام (تاریخی ترتیب) انتیس مآخذ کی بنیاد پر کیا ہے۔ جن میں سے اکیس اُن کے ذاتی کتب خانے میں اور آٹھ کے لیے نسخہ عرشی پر انحصار کیا ہے۔ اس سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ اُن کی تدوین ''نسخہ عرشی'' کا بدل نہیں بلکہ اس کا تکملہ ہے۔''(۳۰)

رشید حسن خان نے اپنی کتاب ادبی تحقیق میں دیوانِ غالب صدی ایڈیشن پر جو تبصرہ کیا ہے وہ تحقیق اور تجزیہ میں تو اہم ہے مگر اُس میں جگہ جگہ تقابل اور مثال کے لیے مصرع دیوانِ غالب نسخہ عرشی سے لیے ہیں مثلاً

افسوس کہ دیداں کا کیا رزق فلک نے
جن لوگوں کی تھی درخورِ عقدِ گہر انگشت(۳۱)

کے حوالہ میں لکھتے ہیں۔ عرشی صاحب نے نسخہ نظامی کے اس دیوان کو سہو کاتب قرار دیا ہے۔ صفحہ ۱۹۷ پر لکھتے ہیں صدی ایڈیشن کے ایک مصرے میں ''پاؤں'' ملتا ہے۔

لے تو لوں سوتے میں اُس کے پاؤں کا بوسہ مگر(۳۲)

جب کہ نسخۂ عرشی کا یہ شعر دیکھیں:

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اُس سیم تن کے پانو
رکھتا ہے، ضد سے کھینچ کے، باہر لگن کے پانو(۳۳)

نسخۂ عرشی میں فرمودۂ غالب کے مطابق ''پانو'' ہے اور یہی درست ہے۔

غالب کے سارے کلام کو اس سے پہلے تاریخی ترتیب سے پیش نہیں کیا گیا تھا مگر نسخۂ عرشی میں مولانا عرشی نے تمام کلام کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا۔ اس سلسلے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

''اس کمی یا ضرورت کو ہمارے مشہور محقق مولانا امتیاز علی عرشی نے پورا کر دیا۔ یہ نسخہ اُنھوں نے تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اُنھوں نے عالمانہ تحقیق کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ مولانا عرشی عرصہ سے غالب پر کام کر رہے ہیں۔ اس سے قبل وہ بہت کچھ لکھ چکے ہیں لیکن اُنھوں نے یہ نسخہ ریسرچ کے جدید اُصولوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے اور ہر لحاظ سے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔''(۳۴)

ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب ''تحقیق کا فن'' میں تدوینِ متن کے سبق میں بار ہا مثال اور نمونے کے طور پر نسخۂ عرشی کا حوالہ دیا ہے اور مثالیں پیش کی ہیں۔ غرض نسخۂ عرشی ایک مثالی تدوینی کام ہے بلکہ بعد میں آنے والوں کو بھی اُنھوں نے ایک معیار سے روشناس کرایا ہے۔ اُردو تحقیق کے معلم اوّل اگر حافظ محمود شیرانی ہیں تو پھر اُردو تدوین کے معلمِ اوّل بلاشبہ مولانا عرشی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، باراوّل، ۱۹۵۸ء، تقریب
۲۔ ایضاً، ص:۷۰
۳۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، مولانا عرشی اُردو کے پہلے متنی نقاد، مشمولہ: غالب نامہ، شمارہ ۱، دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، جنوری ۱۹۹۲ء، ص:۱۴۳
۴۔ نذیر احمد، پروفیسر، مرتب: پیش لفظ، امتیاز علی عرشی ادبی و تحقیقی کارنامے، دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۱ء
۵۔ مالک رام، مرتب: عرشی صاحب از صباح الدین عبدالرحمٰن، نذرِ عرشی، نئی دہلی: مجلسِ نذرِ عرشی، ۱۹۶۵ء، ص:۱۳
۶۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموزِ غالب، کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء، ص:۲۲۳
۷۔ ایضاً، ص:۴۰۸
۸۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، بارِ دوم، ۲۰۰۲ء، ص:۴۴۶
۹۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، ص:۷۲
۱۰۔ ایضاً، ص:۷۳
۱۱۔ ایضاً، ص:۷۲
۱۲۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، نوائے سروش، ص:۱۵۹
۱۳۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، مقدمہ، ص:۷۸
۱۴۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، نوائے سروش، ص ۱۵۴

۱۵۔ ایضاً،ص:۱۵۸

۱۶۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، ص:۸۷۔۸۶

۱۷۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص:۴۳۶

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، نسخۂ عرشی، ص:۴۰۹

۲۰۔ رشید حسن خاں، مرتب: انشائے غالب، کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ص:۹۲

۲۱۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، ص:۱۸۳

۲۲۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، نوائے سروش، ص:۱۵۱

۲۳۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، مقدمہ، ص:۸۷۔۸۶

۲۴۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی،

۲۵۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، نوائے سروش، ص:۲۳۶

۲۶۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، مقدمہ، ص:۷۹۔۷۸

۲۷۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموزِ غالب، کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، پاکستانی ایڈیشن، ۱۹۹۹ء، ص:۲۲۳

۲۸۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموزِ غالب، نئی دہلی: مکتبۂ جامع، ۱۹۷۶ء، ص:۹۷

۲۹۔ کالی داس گپتا رضا، مرتب: دیوانِ غالب کامل، انجمن ترقی اُردو پاکستان، بارِ سوم، ۱۹۹۶ء، ص:۲۴

۳۰۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموزِ غالب، پاکستانی ایڈیشن، ص:

۳۱۔ رشید حسن خان، ادبی تحقیق: مسائل اور تجزیہ، لاہور: الفیصل ناشران، ۱۹۸۹ء، ص:۱۸۹

۳۲۔ ایضاً،ص:۱۹۷

۳۳۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، ص:۱۹۶

۳۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، مرتبہ: غالبیات نیاز فتح پوری، کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۵ء، ص:۲۴۸

☆......☆......☆